# اک چراغ اور بجھا

حافظ محمد ادریس

قارئینِ ترجمان کے لیے مولانا چراغ دین مرحوم و مغفور کا نام ہرگز اجنبی نہیں ہے۔ وہ مدت مدید تک القرآن ترجمان القرآن کے مینیجر رہے۔وہ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمتہ اللہ علیہ کے معتمد ساتھی اور رفیق تھے۔ حافظ محمد ادریس صاحب امیر جماعتِ اسلامی صوبہ پنجاب نے مولانا چراغ دین مرحوم پر یہ مضمون خصوصی طور پر ترجمان کے لیے تحریر کیا ہے۔

(ادارہ)

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ اس صدی کے عظیم انسان، مفکرِ اسلام اور مجددِ امت تھے۔ انھوں نے اپنی تحریکِ تجدید و احیائے دین کا کام سخت کٹھن اور نا مساعد حالات میں شروع کیا۔ وہ بے پناہ صلاحیتوں کے مالک اور انتہائی محنتی انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں پر کشش شخصیت اور اعلیٰ اخلاقی اوصاف سے خوب نوازا تھا۔ مخلص ساتھی برصغیر کے چپے چپے سے ان کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ ان ساتھیوں کے درمیان عمر، علم، زبان، نسل اور علاقے کے لحاظ سے ہر طرح کے لوگ پائے جاتے تھے۔ مولاناؒ کے ابتدائی ساتھیوں میں سے چند ایک ہی اب باقی رہ گئے ہیں۔ جو باقی ہیں وہ آہستہ آہستہ اٹھتے جا رہے ہیں۔ جب بھی کوئی موتی تسبیح سے گرتا ہے، سید مودودیؒ کی یادیں دلوں کو تڑپا جاتی ہیں۔

سید مودودیؒ کے ابتدائی رفقا میں چوہدری چراغ دین بھی شامل تھے۔ چراغ دین صاحب بلا شبہ ایک چراغ کی مانند زندہ رہے اور دین کی روشنی لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ وہ سورج تو نہ تھے کہ پوری دنیا ان کے نام سے واقف ہو جاتی یا ان کی روشنی سے نور پاتی البتہ وہ چراغ کی طرح اپنے قرب و جوار کے ماحول کو ہمیشہ منوّر کرتے رہے۔

ذوالحجہ کا چاند طلوع ہوا تو یہ چراغ گل ہو گیا۔ ۳ جون ۱۹۹۲ء کی شام وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ۴ جون کو صبح ۹ بجے امیرِ جماعتِ اسلامی پاکستان قاضی حسین احمد صاحب نے مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز میں دیگر لا تعداد احباب کے علاوہ محترم میاں طفیل محمد صاحب سابق امیرِ جماعت بھی شریک تھے۔ میاں صاحب نہایت غمزدہ تھے اور بار بار فرما رہے تھے "دارالاسلام میں مولانا مودودیؒ کے اولین ساتھیوں میں چراغ دین صاحب کا پہلا نمبر تھا۔ وہ مولانا مرحوم کے قدیم ترین ساتھی تھے۔

مولاناؒ کے ساتھی ایک ایک کر کے اٹھتے جا رہے ہیں۔ محفل سونی ہوتی جا رہی ہے۔ انسان گھٹ رہے ہیں، سائے بڑھ رہے ہیں۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی

مولانا چراغ دین مرحوم عظیم انسان تھے۔ عظیم لوگوں کی طرح زندہ رہے اور اللہ کے مقرب بندوں کی طرح دنیا سے آخرت کو سدھارے۔ مرحوم کا یہ معمول تھا کہ نمازِ فجر اور نمازِ مغرب کے بعد بلا ناغہ تلاوتِ قرآن مجید فرماتے تھے۔ ۳ جون کو حسبِ معمول تلاوت فرمائی اور اگلی دنیا کو اسی وقت کوچ کر گئے۔ مرحوم کے بیٹے ضیاء الدین صاحب نے بتایا کہ ۳ جون کو نماز عصر مسجد میں ادا کر کے گھر لوٹے مگر نمازِ مغرب کے وقت فرمانے لگے "میں کچھ کمزوری محسوس کر رہا ہوں، نماز گھر میں ہی ادا کروں گا۔" چنانچہ وہ پہلی نماز تھی جو گھر پر تنہا ادا کی اور وہی آخری نماز تھی جو حیاتِ مستعار میں انہیں ادا کرنا تھی۔

نماز مغرب کے بعد حسبِ معمول تلاوت کے لیے قرآن پاک ہاتھ میں لیا مگر تلاوت کے دوران میں ہی دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ دورہ پڑنے کے بعد جب تک سانس کا سلسلہ جاری رہا مسلسل کلمہ طیبہ اور ذکرِ الٰہی کا ورد کرتے رہے۔ یہ موت کتنی قابلِ رشک ہے! نہ کسی پر بوجھ بنے، نہ ایک بھی نماز قضا ہوئی۔ مغرب ادا کر چکے تھے، عشاء سے پہلے کوچ کر گئے!

مولانا چراغ دین صاحب کو چوہدری بھی کہا جاتا تھا اور میاں بھی۔ وہ نہایت مخلص، انتہائی کشادہ دل، حد درجہ سادہ اور بے پناہ درد دل رکھنے والے ساتھی تھے۔ میں چراغ دین صاحب کو اس وقت سے جانتا ہوں جب میں نے سن شعور کے بالکل آغاز میں رسالہ ترجمان القرآن دیکھا تھا۔ میرے نزدیک طویل عرصے تک مولانا چراغ دین اور رسالہ ترجمان آپس میں لازم و ملزوم تھے۔ ترجمان کا ذکر آتا تو تلازمِ خیالات کا سلسلہ فوراً چراغ دین صاحب تک جا پہنچتا اور اگر

مرحوم کا نام لیا جاتا تو فوراً رسالے کی جانب توجہ مبذول ہو جاتی تھی۔

چراغ دین صاحب کی تعلیم میٹرک تک تھی۔ وہ محکمہ ڈاک میں ملازم تھے مگر جب مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے پیغام اور دعوت سے متعارف ہوئے تو ملازمت چھوڑ کر ان کے ساتھ قافلۂ سخت جاں میں شامل ہو گئے۔ اور زندگی بھر اس سنگلاخ وادی میں آبلہ پا رہے۔ دارالاسلام کے قیام کے دوران ہی میں وہ رسالہ ترجمان القرآن کے مینجر مقرر ہوئے اور غالباً ۱۹۷۸ء تک یہ ذمہ داری بحسن و خوبی ادا کرتے رہے۔ مولانا مرحوم کی زندگی کے آخری سالوں میں حسین فاروق مودودی صاحب نے چراغ دین صاحب کو ترجمان کی ذمہ داریوں سے سبک دوش کر دیا تھا۔ اس کے بعد مرحوم نے کچھ عرصہ حفیظ الرحمان احسن صاحب کے قائم کردہ ادارے الابلاغ میں بھی کام کیا مگر گذشتہ چند سالوں سے اپنی صحت کی کمزوری اور بڑھاپے کی وجہ سے گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

میں نے بچپن میں مولانا چراغ دین صاحب کا نام یوں سنا تھا کہ ادارہ ترجمان کے مینجر کی حیثیت سے وہ ترجمان کے خریداروں کو وقتاً" فوقتاً" خط لکھتے رہتے تھے۔ ایسے خطوط ہمارے ہاں بھی آتے تھے۔ رسالہ ترجمان میرے تایا مرحوم کے نام آتا تھا مگر اس کا چندہ میرے والد محترم ادا کیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں تایا مرحوم مقامی حلقہ متفقین کے ناظم اور والد محترم بیت المال کے ناظم ہوا کرتے تھے۔ اور میرے ایک رشتے کے چچا کا نام بھی چراغ دین تھا۔ وہ ہفتے میں کم از کم ایک دن ہمارے ہاں آیا کرتے تھے۔ ان کا گاؤں ہمارے گاؤں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ میرے یہ چچا بہت خوب صورت اور تیکھے ناک نقشے کے مالک تھے' اس لیے ساتھ ہی بذلہ سنج اور ظریف الطبع! میں نے مولانا چراغ دین صاحب کے بارے میں جو تصوّراتی نقشہ ذہن میں بٹھایا وہ اپنے مرحوم چچا کی مناسبت سے تھا۔ بہت عرصہ بعد جب مولانا چراغ دین صاحب کو دیکھا تو ان کے ناک نقشے کو اپنے چچا سے بالکل مختلف پایا۔ البتہ ان کے اخلاص' محبت' اپنائیت اور دائمی مسکراہٹ نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا۔

مولانا مودودی مرحوم و مغفور سے جب بھی ملنے کا اتفاق ہوتا' چراغ دین صاحب ان کی مجلس میں موجود ہوتے تھے۔ وہ بھاری بھرکم جسم کے مالک تھے اور ہونٹ' ناک' گال ہر چیز موٹی تھی مگر دل بڑا لطیف اور مزاج بڑا نفیس تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ ان سے مل کر مجھے ہمیشہ مسرت ہوتی تھی۔ وہ بڑے مہمان نواز تھے۔ اے ذیلدار پارک کے ایک حصے میں ادارہ ترجمان القرآن کا دفتر ہوتا تھا' جب بھی ان سے ملنے گیا' انہوں نے چائے یا مشروب خنک سے ضرور

تواضع فرمائی۔ وہ ہر وقت مسکراتے رہتے تھے۔ میں نے انہیں کبھی غصے میں نہیں دیکھا تھا' ہاں البتہ کبھی کبھار وہ رنجیدہ اور غمزدہ ضرور دیکھے گئے۔ ادارہ ترجمان القرآن سے علیحدگی کے بعد بھی میں نے ان کو رنجیدہ دیکھا مگر وہ اتنے مرنجاں مرنج تھے کہ شکایت کرنے میں بھی ان کا انداز انتہائی محتاط تھا۔

مولانا چراغ دین صاحب جماعت کے بانی ارکان میں سے تھے۔ ان کا نام ہمارے ہاں فہرست ارکان میں مولانا مودودیؒ اور میاں طفیل محمد صاحب کے بعد لکھا ہوا ہے۔ فہرست ارکان میں ان کی تاریخ پیدائش درج نہیں ہے مگر انہوں نے اپنے ایک مکتوب بنام سید اسعد گیلانی مرحوم میں لکھا ہے کہ تاسیس جماعت کے وقت ان کی عمر ۲۳ سال تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی پیدائش ۱۹۱۸ء میں ہوئی اور انہوں نے ۷۶ سال عمر پائی۔

سید اسعد گیلانی صاحب نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں تحقیق کر کے جماعت کے بانی ۷۵ ارکان کے نام معلوم کیے ہیں۔ ان ناموں میں سے کچھ تو روداروں میں موجود تھے۔ باقیوں کے لیے گیلانی صاحب مرحوم نے خاصی محنت اور جستجو کی۔ اس اہم تحقیق میں سب سے زیادہ حصہ مولانا چراغ دین مرحوم ہی کا ہے۔ انہوں نے ستائیس ۲۷ تاسیسی ارکان کے نام گیلانی صاحب کو مہیا کیے۔ یہ تعداد باقی سب تحقیقی معاونین سے زیادہ ہے یعنی کوئی بھی دوسرے بزرگ اتنے ناموں کی نشان دہی نہیں کر سکے۔

مولانا چراغ دین صاحب جب بھی ملتے بڑی محبت اور شفقت کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ ان سے آخری ملاقات سید اسعد گیلانی مرحوم کی وفات کے بعد منصورہ میں اجتماعی دعائے مغفرت اور قرآن خوانی کے موقع پر ہوئی۔ بڑے نڈھال اور کمزور نظر آرہے تھے اور گیلانی صاحب کی جدائی پر بڑے غمزدہ بھی تھے۔ اپنے بارے میں بھی فرما رہے تھے کہ بس چل چلاؤ ہے۔

مولانا چراغ دین صاحب بڑے فرض شناس تھے۔ اچھرہ میں مرکز جماعت کے جملہ رفقاء کو میں نے دیکھا تھا۔ بہت سے بزرگ اپنے گھروں سے بائی سائیکلوں پر دفتر آتے تھے۔ چراغ دین صاحب شروع شروع میں تو مرکز جماعت کے بالکل قریب رہائش پذیر تھے مگر بعد میں وہ مرکز سے دور چلے گئے تھے۔ اس دور میں وہ بھی سائیکل پر آتے تھے۔ وہ تمام رفقاء میں سب سے بھاری بھرکم تھے۔ سائیکل چلاتے ہوئے وہ عجیب سے لگتے تھے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ چوہدری رحمت الٰہی صاحب' ملک غلام علی صاحب' مولانا محمد سلطان صاحب اور چوہدری محمد اسلم سلیمی صاحب سبھی سائیکلوں پر آتے جاتے تھے۔

چراغ دین صاحب ترجمان کا ریکارڈ اور حساب کتاب بالکل اپ ٹو ڈیٹ رکھتے تھے۔ مولانا مرحوم جب بھی کسی چیز کے بارے میں استفسار فرماتے چراغ دین صاحب فوراً پوری معلومات مولانا کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے۔ ادارہ ترجمان القرآن میں جب بھی جانے کا اتفاق ہوتا چراغ دین صاحب اپنے کام میں منہمک ملتے۔ ان کی وفات سے قبل لاہور جماعت کے امیر کے لیے استصواب اور مرکزی مجلس شوریٰ کی دو نشستوں کے لیے انتخاب کا مرحلہ در پیش تھا۔ مرحوم کے فرزند ضیاء الدین صاحب کے بقول انہوں نے اپنا پرچہ رائے دہی وفات سے ایک دن قبل پر کر کے انہیں دیدیا تھا کہ جماعت کے دفتر میں پہنچا آئیں۔ زندگی کے آخری لمحے تک وہ اپنے فرائض نہایت تندہی سے ادا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کاوشوں کو قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

وہ لوگوں کے ذاتی معاملات میں دلچسپی لیا کرتے تھے۔ میں زمانہ طالب علمی میں ایک مرتبہ کیمپ جیل لاہور میں نظربند تھا' مولانا چراغ دین مرحوم کئی مرتبہ ملاقات کے لیے جمعیت کے ساتھیوں کے ہمراہ جیل تشریف لائے۔

مولانا کے بیٹوں میں سے صلاح الدین میرے ہم عصر تھے۔ ان سے زمانہ طالب علمی میں اچھے دوستانہ مراسم رہے' مگر جب عملی زندگی میں داخل ہوئے تو رابطے منقطع ہو گئے۔ برادرم صلاح الدین اس دور میں مولانا چراغ دین صاحب کے برعکس بہت تیز مزاج' ہوشیار اور کثیر الکلام نوجوان تھے۔ بعض موضوعات پر گرما گرم بحثیں اور اختلاف رائے ہو جاتا تھا مگر صلاح الدین صاحب اختلاف رائے کا اظہار کرنے کے باوجود مسکراتے رہتے تھے۔ اب سنا ہے وہ دمام میں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں خوش و خرم رکھے۔

مولانا چراغ دین مرحوم کبھی کبھار جمعہ پڑھنے کے لیے منصورہ تشریف لے آتے تھے۔ میں بھی کبھی کبھار منصورہ میں جمعہ پڑھاتا ہوں۔ نماز کے بعد وہ ضرور ملاقات کرتے اور بہت دعائیں دیتے۔ خطاب کی تعریف کرنے لگتے تو میں عرض کرتا کہ یہ آپ بزرگوں کی دعاؤں کا اثر اور فیضان نظر ہے۔ وہ اپنے مخصوص پیار بھرے سادہ لہجے میں فرمایا کرتے تھے "مجھے آپ سے مل کر ہمیشہ خوشی ہوتی ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے بچپن سے قرآن مجید کی نعمت میرے سینے میں محفوظ کر دی ہے۔ میں تحدیث نعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ گزشتہ کئی سالوں سے میرا مستقل معمول ہے کہ میں چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہتا ہوں۔ مولانا چراغ دین صاحب کے

جنازے کے لیے مرکز جماعت سے ہم لوگ چلے تو میں سورۂ یوسف کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب مولانا چراغ دین صاحب کا جنازہ اٹھا تو میں سورۂ ابراہیم میں پہنچ چکا تھا۔ آیت نمبر ۹ سے جو سلسلہ کلام شروع ہوتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ اور ان کے مخالفین کا ذکر کیا ہے۔ طاغوتی قوتوں نے انبیاءؑ کو ڈرایا دھمکایا مگر وہ اپنی بات پر ڈٹ گئے۔ اللہ کے بندے بھی انبیاء کرامؑ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر دور میں استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ میں نے مولانا چراغ دین مرحوم کا پر سکون چہرہ دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ کا یہ بندہ بھی اس آیت کا مصداق ہے۔

> اور ہم کیوں نہ اللہ پر بھروسہ کریں جب کہ ہماری زندگی کی راہوں میں اس نے ہماری راہنمائی کی ہے؟ جو اذیتیں تم لوگ ہمیں دے رہے ہو ان پر ہم صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کا بھروسہ اللہ ہی پر ہونا چاہیے۔ (ابراہیم ۱۴: ۱۲)

مولانا چراغ دین صاحب اور جماعت کے ابتدائی لوگوں نے ہر مخالفِ حق قوت اور طاغوت کو للکارا اور مشکلات کے مقابلے میں اللہ کی توکل کے سہارے پر ڈٹ گئے۔ مولانا چراغ دین صاحب نے بہت مشکل وقت گزارا مگر نہ تو کبھی کسی سے شکوہ کیا نہ بددل اور مایوس ہوئے۔

یہ سطور تو مولانا چراغ دین مرحوم کی یاد میں لکھی ہیں مگر بات سے بات نکل آتی ہے۔ جس روز مولانا چراغ دین صاحب کا جنازہ تھا اسی روز مرکزی اور صوبائی شوریٰ کے رکن شیخ محمد انور زبیری (وزیر آباد) کی والدہ مرحومہ کا جنازہ بھی تھا۔ میں مرحومہ کے جنازے میں پہنچا اور شیخ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ان کی والدہ بڑی عظیم خاتون تھیں۔ شیخ صاحب جب بھی کبھی گرفتار ہوتے' والدہ پریشان ہونے کی بجائے ان کا حوصلہ بڑھاتیں۔ شیخ صاحب اپنی والدہ مرحومہ کا تذکرہ کر رہے تھے اور میں اس وقت سورۂ قصص کی آیات پڑھ رہا تھا جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی والدہ کا تذکرہ کیا ہے۔

> اسی طرح ہم موسیٰ کو اس کی ماں کے پاس پلٹا لائے تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے' مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔ (قصص آیت ۲۸: ۱۳)

مولانا چراغ دین صاحب اس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جو مہر و وفا کا پیکر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے مقرب بندوں میں شامل فرمائے۔

از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس
ما قصہ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم